مولانا کا کا سعید احمد عمری

ایسا کہاں سے لائیں کہ تم سا کہیں جسے

پروفیسر اخترالواسع

حرف حق

کا کا سعید احمد عمری کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ وہ اپنی رفاہی تعلیمی وملی خدمات کے لیے نہ صرف جنوبی ہند بلکہ پورے ملک ہندوستان میں مشہور ومعروف تھے۔ وہ جنوبی ہند کی معروف دینی درس گاہ جامعہ دارالسلام کے طویل عرصے سے معتمد عمومی تھے۔ اچانک مورخہ 11 مئی 2024 کی سہ پہر کو خبر ملی کہ محترم کا کا صاحب ہمیشہ کے لیے اس دنیائے فانی سے ملک عدم کی طرف رحلت فرما گئے۔ بلاشبہ یہ ہم سب کے لیے تکلیف اور کرب کی بات تھی۔ موت برحق ہے، جو ہر کسی کو آنی ہے، لیکن بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی موت کچھ زیادہ ہی تکلیف کا احساس کراتی ہے، اس لیے کہ وہ اپنی زندگی میں دوسروں کے لیے ایسا کچھ کرجاتے ہیں جو سبھی کے لیے قابل رشک ہو۔ حدیث نبویؐ خیر الناس من طال عمره وحسن عمله کی تصویر تھے یعنی بہترین انسان وہ ہے جس کی عمر دراز ہو اور اعمال اچھے ہوں۔ محترم کا کا سعید احمد عمری کی شخصیت بھی کچھ اس قسم کی تھی۔ وہ نہایت پاکیزہ نفس کے مالک تھے۔ کردار وعمل کی تصویر تھے، تعلیمی، دعوتی، رفاہی اور ملّتی میدانوں میں ان کی خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی۔ ان کی رحلت نہ صرف ان کے اہل خانہ کے لیے بلکہ ملک وملت کے لیے عظیم خسارہ ہے۔

محترم کا کا صاحب نے 12/اکتوبر 1936 کو اس دنیا میں آنکھیں کھولیں۔ 1956 میں جامعہ دارالسلام عمرآباد سے سند فضیلت حاصل کی۔ وہ اپنے خاندان کے شاید پہلے عالم دین تھے۔ 1958 میں آپ جامعہ کے شریک معتمد عمومی بنائے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف 22 سال تھی۔ 1988 میں اپنے بھائی کا کا محمد عمر مرحوم کی وفات کے بعد جامعہ دارالسلام کے معتمد عمومی (جنرل سکریٹری) کی ذمے داری سنبھالی، جو تاحیات نبھاتے رہے۔ میری ان سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب غالباً 2009 میں اپنے رفیق کار ڈاکٹر خالد خان عمری کے توسط سے ادارے کے کسی اجلاس کے موقع سے جامعہ دارالسلام میں بحیثیت مہمان مدعو کیا گیا۔ اس وقت محترم کا کا سعید احمد عمری کی تعلیمی ودعوتی خدمات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

کا کا خاندان جنوبی ہند کا ایک صاحب حیثیت اور متمول خاندان ہے۔ جنوبی ہند بلکہ ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کی بالعموم صورت حال یہ رہی ہے کہ یہ مدارس مسلکی ومذہبی تعلیم کے حصار سے نہیں نکل سکے۔ بیسویں صدی کے اوائل میں کا کا سعید احمد عمری کے دادا کا کا محمد عمر (اول) نے مسلکی انتہا پسندی کے اس ماحول میں ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کی کوشش کی، جہاں ہندوستان میں رائج سبھی مسلک ومشرب کے لوگ کتاب وسنت کی براہ راست تعلیم حاصل کرسکیں اور مسلکی قیود سے آزاد ہو کر خود اپنی مسلکی راہ طے کرسکیں۔ اس ادارے کی شناخت ہی مسلکی مسائل میں اعتدال ہو، جہاں مسلک ومشرب کی سطح سے بالا ہوکر دین وشریعت اور ملک وقوم کی خدمت کی جائے۔ 1924 میں اس مشن اور مقصد کے ساتھ قائم کیا جہاں کے پہلے معتمد عمومی اگرموسس ادارہ مگر اہل حدیث کے نمائندے کا کا محمد عمر (اول) تھے تو پہلے ناظم تعلیمات (شیخ الجامعہ) جناب مولوی فضل اللہ صاحب تھے، جو مسلک حنفی کی نمائندگی کرتے تھے۔ الحمدللہ یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ادارہ اپنے مقصد اور مشن کے راستے سے ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہیں ہوا ہے۔ مسلکی اعتدال وتوازن کے نمائندہ ادارے ہمیں بہت خال خال نظر آتے ہیں۔ مولانا کا کا سعید احمد عمری نے ادارے کی اس شاندار روایت کو پہلے شریک معتمد عمومی کی حیثیت سے اپنے بھائی کا کا محمد عمر (ثانی) کے ساتھ آگے بڑھایا اور پھر 1988 سے معتمد عمومی کی اس روایت کو اس طرح پختگی بخشی کہ ان کے بعد اب ان کے ہونہار بیٹے کا کا انیس احمد عمری، جو اب تک شریک معتمد تھے، اب معتمد عمومی کی حیثیت سے اس روایت کو آگے بڑھانے اور مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

یہ کا کا سعید احمد عمری کا بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے جامعہ دارالسلام میں نہ صرف دینی تعلیم کا نظم واہتمام کیا بلکہ ادارے میں علماء کی معاشی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں تکنیکی تعلیم سے بھی آراستہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس سلسلے میں کمپیوٹر اور چرم بافی (Leather Goods) کی تکنیکی تعلیم کا انتظام کیا جو آج بھی جاری ہے۔ محترم کا کا سعید کے عہد میں مسجد سلطان کی تعمیر ہوئی جو فن تعمیر کا نمونہ ہے اور جس کی امامت انہوں نے ایک حنفی عالم کے سپرد کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک عظیم الشان لائبریری اور ایک نئے اسپتال کا قیام بھی کیا۔ کا کا سعید احمد نے شعبہ دعوت بھی قائم کیا جو نہایت حکمت و دانائی کے ساتھ ملک وقوم کے درمیان تعارف اسلام کا کام انجام دے رہا ہے۔

> **کا کا سعید احمد مرحوم کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل تھی۔ وہ ایک اچھے عالم دین، مخلص اور دردمند داعی، حکمت ودانائی کے پیکر، امت کی اصلاح وتربیت اور تعلیم کے فکرمند اور ملک وقوم کی ترقی کیلئے کوشاں رہنے والی شخصیت تھے۔ ان کے بڑے بھائی کا کا محمد عمر نے جامعہ دارالسلام کی ترقی کا جوخواب دیکھا، کا کا سعید احمد نے اسے شرمندۂ تعبیر کرنے کیلئے بے انتہا کوشش کی۔**

کا کا سعید احمد مرحوم کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل تھی۔ وہ ایک اچھے عالم دین، مخلص اور دردمند داعی، حکمت ودانائی کے پیکر، امت کی اصلاح وتربیت اور تعلیم کے فکرمند اور ملک وقوم کی ترقی کے لیے کوشاں رہنے والی شخصیت تھے۔ ان کے بڑے بھائی کا کا محمد عمر نے جامعہ دارالسلام کی ترقی کا جو خواب دیکھا، کا کا سعید احمد نے اسے شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے بے انتہا کوشش کی اور کامیاب ہوئے اور جامعہ دارالسلام کو ایک ایسا خود کفیل ادارہ بنادیا جو بادمخالف کے باوجود بھی اپنے وجود کو قائم کیے ہوئے ہے اور آئندہ قائم رکھنے کی حیثیت رکھتا ہے۔

جامعہ دارالسلام عمرآباد کے معتمد عمومی کے علاوہ بعض اور حیثیتوں سے بھی مولانا کا کا معروف تھے۔ وہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے تاسیسی رکن ونائب صدرر ہے۔ جبکہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے تاسیسی رکن اور آل انڈیا ملی کونسل کے نائب صدر کی حیثیت سے بھی آپ نے خدمات انجام دیں۔ تقریبا ساڑھے چار سو مساجد کا قیام بھی آپ کے مساعی کا نتیجہ ہیں، جو آپ کے لیے ذخیرہ آخرت ہوں گی۔

مولانا کا کا سعید احمد عمری نے جامعہ دارالسلام کے طلبا اور فارغین کو ہمیشہ صلاحیت کے ساتھ صالحیت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اعتدال وتوازن کی مستقل نصیحت کرتے اور ہمیشہ علماء کا احترام اور خورد نوازی اور ادارے سے وابستہ اساتذہ کی معاشی خبرگیری میں لگے رہتے۔ نہایت عابد وزاہد طبیعت کے مالک تھے۔ اپنے اہل وعیال کی تربیت سے بھی کبھی غافل نہیں رہے۔ ان کے جانشیں محترم کا کا انیس عمری اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔ کا کا سعید احمد مرحوم کی شخصیت کا غیر معمولی اہمیت کا حامل ایک پہلو یہ تھا کہ انہوں نے اپنی مختلف الجہات خدمات کے باوجود اپنی محنتوں، کاوشوں اور مساعی کی تشہیر سے گریز کا راستہ اپنایا۔ خاموشی کے ساتھ خدمات انجام دینا ان کی ایسی خوبی تھی جس کی مثال آج کے اشتہاری دور میں ملنا بہت مشکل ہے۔ وہ نہ صرف تشہیر سے خود کو دور رکھتے تھے بلکہ جامعہ دارالسلام سے وابستہ اساتذہ وطلبا کو اکثر اس کی نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔ شاید اسی نصیحت کا اثر تھا کہ جنوبی ہند کے اس عظیم الشان ادارے میں مولانا حافظ عبد الواجد رحمانی، مولانا سید امین احمد، مولانا سید الکبیر، مولانا نعمان اعظمی، مولانا عبدالسبحان اعظمی، مولانا ظہیر الدین اثری رحمانی، مولانا ابوالبیان حماد، مولانا امین احمد، مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی اور مولانا حفیظ الرحمٰن اعظمی عمری جیسے ماہرین علم وفن تا عمر ادارے کی، دین وشریعت کی خدمت کرتے ہوئے گم نامی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ شاید وہ کسی دوسرے ادارے سے وابستہ ہوتے تو بھلے ہی وہ تشہیر سے دور رہتے لیکن ادارہ خود ان کی تشہیر کر دیتا لیکن جامعہ دارالسلام سے وابستہ تقریباً سبھی علما واساتذہ عدم تشہیر کی روایت پر مضبوطی سے قائم ہیں۔

ایک پہلو جو کا کا سعید کی زندگی کا بہت نمایاں ہے، وہ یہ کہ کا کا صاحب ایک نہایت متمول اور بڑے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ چمڑے کی مصنوعات کے بڑے کاروباری تھے۔ ان کی تجارت نہ صرف ملکی سطح کی تھی بلکہ بین الاقوامی سطح کی تھی، اب بھی ہے۔ اس کے باوجود سادگی، خاکساری، تواضع، وضع داری، ریاء ونمود سے دوری، مہمانوں کا احترام، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت ان کی نمایاں خوبیاں تھیں۔ جن کا تذکرہ جامعہ دارالسلام کے فارغین ووابستگان کی زبانی سنا جاتا ہے۔

میں اس بات کا ذاتی تجربہ رکھتا ہوں کہ دوبار عمرآباد حاضری پر مجھے اور میری بیوی کو ان کے مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے، ان کے بیٹے نے اور خاندان کی خواتین نے جس طرح ہماری پذیرائی کی، خیال رکھا، اس کی یادیں آج تک ہمارے دل ودماغ میں پوری طرح محفوظ ہیں۔ انہوں نے عمرآباد جس کو ان کے دادا نے بسایا تھا، کس طرح سے صفائی کا گہوارہ بنائے رکھا یہ بھی ایک مثالی بات ہے جس کی تمام مسلمانوں کو تقلید کرنی چاہیے۔ کا کا سعید احمد عمری کی وفات امت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ میں ان کی مغفرت کے لیے دعا گو ہوں اور ساتھ ہی ان کے اہل خاندان بالخصوص ان کے جانشین کا کا انیس احمد کو امت مسلمہ ہند کی طرف سے تعزیت پیش کرتا ہوں۔

(مضمون نگار جامعہ ملیہ اسلامیہ میں پروفیسر ایمریٹس اسلامک اسٹڈیز ہیں)

wasey27@gmail.com

اقوال زرّیں

- کوئی آئینہ انسان کی اتنی سچی تصویر پیش نہیں کرسکتا، جتنی کہ اس کی گفتگو۔
- خوش نصیب انسان وہ ہے، جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- لاکھوں کو دوست بنانا کوئی بڑی بات نہیں، بڑی بات یہ ہے کہ ایسا دوست بناؤ، جو تمہارا اس وقت ساتھ دے، جب لاکھوں تمہارے مخالف ہوں۔
- نیکی ایک ایسی شمع ہے، جو دوست اور دشمن دونوں کے گھر میں اُجالا کرتی ہے۔
- تین چیزوں کی دوستی مضر ہے، نفس، زندگی اور مال۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA GORAKHPUR

غزہ جنگ میں امریکہ کا مذموم رول

امریکی لیڈران انسانیت کی باتیں کرتے رہے ہیں مگر گزشتہ 75 سال میں امریکہ نے کتنی جنگیں لڑی ہیں، کتنے مسئلے اس کی وجہ سے سلجھ نہیں پائے ہیں، بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ امریکہ ہے جو مسئلۂ فلسطین کا دو ریاستی حل نکالنے کی باتیں کرتا ہے، یہ بھی امریکہ ہے جو مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلی حکومت کے بستیاں بسانے پر یا تو خاموش رہتا ہے یا کچھ کہہ دیتا ہے اور یہ بھی امریکہ ہی ہے جو 7 اکتوبر، 2023 کے حملوں کے بعد سے اسرائیل کی مدد کررہا ہے۔ امریکی حکومت یہ کہہ سکتی ہے بلکہ کہتی رہی ہے کہ وہ حماس کا خاتمہ چاہتی ہے، عام فلسطینیوں کا نہیں۔ اسی لیے اسرائیلی فوجیوں نے غزہ میں اسپتال پر بمباری کی تو امریکہ نے اسے حق بجانب قرار دینے میں طاقت جھونک دی، اسرائیلی فوجیوں نے ایمبولینسوں، اسکولوں، امداد کے کام میں لگے لوگوں اور صحافیوں پر بمباری کی تو امریکہ کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ دراصل امریکی حکومت نے یہ مان رکھا ہے کہ اسرائیلی حکومت کا ہر عمل انصاف ہے چاہے وہ کتنا ہی مذموم کیوں نہ ہو مگر خود امریکی غزہ جنگ میں امریکہ کے رول سے شرمندہ ہیں۔ اسی لیے امریکی یونیورسٹیوں میں غزہ جنگ کے خلاف ہونے والے مظاہرے حیران کن نہیں ہیں، البتہ حیرت اس بات پر ہے کہ امریکی لیڈروں نے اسرائیل نوازی میں انسانیت کی حدیں پار کردی ہیں۔ ابھی ایک ہفتے پہلے امریکہ کی طرف سے جنگ بندی کے لیے کوششوں کی خبریں آئی تھیں تو یہ امید بندھی تھی کہ غزہ جنگ کے بہانے امریکہ کو بالواسطہ طور پر طاقت کا جو مظاہرہ کرنا تھا، کر چکا ہے، اب وہ جنگ ختم کرانے میں رول ادا کرے گا تاکہ یہ پیغام دے سکے کہ اس کے سوا کسی بھی ملک میں جنگ ختم کرانے کی طاقت نہیں مگر اسی جمعرات کو امریکی ایوان نمائندگان نے ایک بل منظور کیا ہے۔ اس کے تحت بائیڈن حکومت کو اسرائیل کو ہتھیار سپلائی کرنا پڑے گا۔ اس بل یعنی اسرائیل سیکورٹی اسسٹنٹس سپورٹ ایکٹ کی 187 کے مقابلے 224 ووٹوں سے منظوری میں 16 ڈیموکریٹس نے ساتھ دے کر یہ اشارہ دے دیا کہ بات اسرائیل کی مدد کی آئے گی تو تمام ڈیموکریٹس کی آراری پبلکن لیڈروں سے مختلف نہیں ہوگی، یہ بات امریکہ کی سابق اور موجودہ حکومت کی اسرائیل پالیسی سے بھی سمجھی جاسکتی ہے۔ ٹرمپ اسرائیل نوازی کا اظہار کھل کر کیا کرتے تھے، وہ فلسطینیوں کو نظرانداز کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتے تھے، اسرائیل کے معاملے میں بائیڈن کی بھی کسی حد تک انہیں کی جیسی پالیسی ہے، البتہ یہ بھرم وہ رکھنا چاہتے ہیں کہ امریکہ نے فلسطینیوں کو نظرانداز نہیں کیا ہے۔ اسی بھرم رکھنے والی پالیسی کی وجہ سے وقفے وقفے سے جزوقتی جنگ بندی کی کوششوں یا جزوقتی جنگ بندی کے لیے مذاکرات کی خبریں آتی رہتی ہیں۔

ایک ہفتے قبل یہ خبر آئی تھی کہ غزہ کے فلسطینی اگر مسمار گھروں کی تعمیر اسی رفتار سے کرتے ہیں جس رفتار سے دو جنگوں کے بعد کی تھی اور ہر سال 992 مکانات کی تعمیر اگر کرتے ہیں تو غزہ کو جنگ سے پہلے والی پوزیشن میں لانے میں 80 سال لگ جائیں گے۔ اسی وقت یہ خبر بھی آئی تھی کہ امریکہ، اسرائیلی حکومت اور حماس کے مابین مذاکرات کی کامیابی کے لیے کوشاں ہے۔ قاہرہ میں ہونے والے اس مذاکرات میں سی آئی اے حکام بھی شامل ہوں گے۔ مذاکرات ہوئے۔ حماس شرائط ماننے کے لیے تیار ہوگئی لیکن اسرائیلی حکومت نے الگ موقف پیش کردیا۔ امریکہ غزہ میں قیام امن کے لیے اگر واقعی سنجیدہ ہوتا تو قاہرہ مذاکرات کے بعد ایک فیصلے تک پہنچتا لیکن غزہ کے معاملے میں امریکہ کی سنجیدگی بس اسی حد تک نظر آتی ہے کہ وہ کیسے زیادہ سے زیادہ اسرائیل کی مدد کرے جبکہ غزہ جنگ کی کافی توسیع ہوچکی ہے۔ اس کی توسیع نے اگر مصری حکومت کو اندیشوں میں مبتلا کردیا ہوگا تو یہ کوئی حیرت کی بات نہ ہوگی۔ اسرائیل-ایران تنازع کو دیکھتے ہوئے بھی یہی لگتا ہے کہ غزہ پہلا مرحلہ ضرور ہے مگر ضروری نہیں کہ یہ آخری مرحلہ بھی ہو۔ دراصل جنگ کے دِشا بدلنے کے بارے میں پیش گوئی ہمیشہ سے مشکل رہی ہے۔ یوکرین جنگ نے اسی لیے یوروپی ممالک کو اندیشوں میں مبتلا کررکھا ہے، البتہ بیشتر عرب ممالک کے اطمینان کے لیے یہ کافی ہے کہ امریکہ کی محبت انہیں حاصل ہے، اسرائیل سے ان کے تعلقات ہیں۔ رہے فلسطینی تو ان سے ہمدردی کا اظہار وہ کرتے رہے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ آئندہ وہ ان سے ہمدردی کا اظہار نہیں کریں گے۔

edit2sahara@gmail.com

امریکی صدارتی انتخابات 2024

ٹی وی پر مباحثوں کیلئے بائیڈن-ٹرمپ نے کمر کس لی

محمد عباس دھالیوال

تجزیہ

اس سال 5/نومبر کو ہونے والے امریکی صدارتی انتخابات کی مہم کے دوران موجودہ صدر جو بائیڈن اور ان کے متوقع ری پبلکن حریف سابق صدر ڈونالڈ ٹرمپ دو مباحثوں میں ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں گے۔

بائیڈن اور ٹرمپ کے درمیان 27 جون کو پہلے صدارتی مباحثے کی میزبانی امریکی نشریاتی ادارہ 'سی این این' کرے گا جب کہ اے بی سی نیوز چینل 10 ستمبر کو دوسرے مباحثے کا میزبان ہوگا۔ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ ٹرمپ کئی ہفتوں سے مباحثے کا مطالبہ کررہے تھے جب کہ صدر بائیڈن نے حال ہی میں ان مباحثوں پر اتفاق کیا ہے۔

دریں اثناء اگر دیکھا جائے تو امریکی صدارتی انتخابات کی مہم کے دوران امیدواروں کے درمیان مباحثوں کی روایت دہائیوں سے چلی آرہی ہے۔ اس سے قبل گزشتہ دنوں مباحثوں کی تاریخوں پر اتفاق کے بعد دونوں امیدواروں نے فوری طور پر ایک دوسرے پر طنز کیا۔ صدر بائیڈن نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر ایک پوسٹ میں کہا: ''ڈونالڈ ٹرمپ نے 2020 میں مجھ سے دو مباحثے کیے، اس کے بعد سے وہ بحث کے لیے نہیں آئے ہیں۔''

دوسری جانب ٹرمپ نے اپنی ٹروتھ سوشل سائٹ پر ایک پوسٹ میں کہا کہ وہ صدر بائیڈن کے ساتھ بحث کے لیے تیار ہیں۔ بقول ٹرمپ، بائیڈن ایک بدترین بحث کرنے والے شخص ہیں اور وہ دو جملے ایک ساتھ نہیں کہہ سکتے۔

اس سے قبل یہ قیاس آرائیاں کی جارہی تھیں کہ نومبر 2024 میں امریکہ میں ہونے والے صدارتی انتخابات میں بائیڈن وٹرمپ پھر آمنے سامنے ہوں گے۔ یہ قیاس آرائیاں گزشتہ مہینوں کے دوران اس وقت سچ ثابت ہوتی نظر آئی تھیں، جب صدر بائیڈن اور سابق صدر ٹرمپ نے تین ریاستوں میں ہونے والی پرائمریز میں کامیابی حاصل کرلی تھی۔ یہاں بتاتے چلیں کہ امریکہ کے صدر جو بائیڈن اور سابق صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے اپنی اپنی جماعتوں کی جانب سے صدارتی انتخاب لڑنے کے لیے نامزدگی حاصل کرلی تھی۔

> **صدر بائیڈن کو ڈیموکریٹک پارٹی کی جانب سے صدارتی نامزدگی کے حصول کیلئے مطلوبہ ڈیلی گیٹس 1968 کا ہدف حاصل کرنے کیلئے مزید 102 ڈیلی گیٹس کی ضرورت تھی۔ اسی طرح ٹرمپ کو ری پبلکن پارٹی کی جانب سے صدارتی نامزدگی کیلئے 1215 ڈیلی گیٹس کا ہدف حاصل کرنے کیلئے 137 ڈیلی گیٹس کی ضرورت تھی، دونوں رہنماؤں نے مطلوبہ ڈیلی گیٹس کی تعداد حاصل کرلی ہے۔**

واضح ہو کہ امریکہ کے صدر کا انتخاب براہِ راست امریکی ووٹر نہیں کرتے بلکہ صدر کا انتخاب الیکٹورل کالج کے ذریعے کیا جاتا ہے، یعنی امریکہ کی تمام 50 ریاستوں میں صدارتی انتخابات کے روز امریکی ووٹرز الیکٹورل کالج کے ارکان کو منتخب کرتے ہیں جس کے بعد یہی ارکان صدر کے انتخاب کے لیے ووٹ کاسٹ کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں ہی تمام ریاستوں میں الیکٹورل کالج کے ارکان منتخب کرتی ہیں۔

صدر بائیڈن کو ڈیموکریٹک پارٹی کی جانب سے صدارتی نامزدگی کے حصول کے لیے مطلوبہ ڈیلی گیٹس 1968 کا ہدف حاصل کرنے کے لیے مزید 102 ڈیلی گیٹس کی ضرورت تھی۔ اسی طرح ٹرمپ کو ری پبلکن پارٹی کی جانب سے صدارتی نامزدگی کے لیے 1215 ڈیلی گیٹس کا ہدف حاصل کرنے کے لیے 137 ڈیلی گیٹس کی ضرورت تھی، جس کے بعد دونوں رہنماؤں نے صدارتی نامزدگی کے لیے مطلوبہ ڈیلی گیٹس کی تعداد حاصل کرلی ہے۔

اب تقریباً یہ بات طے ہے کہ 5/نومبر کو ہونے والے صدارتی انتخاب میں مذکورہ دونوں رہنما مدمقابل ہوں گے۔ البتہ سیاسی جماعتوں کی جانب سے دونوں رہنماؤں کی نامزدگیوں کا باضابطہ اعلان رواں برس ہونے والے کنونشنز میں کیا جائے گا۔ رپورٹ کے مطابق ری پبلکن پارٹی کا کنونشن جولائی میں جب کہ ڈیموکریٹک پارٹی کا کنونشن اگست میں ہونا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صدارتی نامزدگی کی مہم کے دوران ڈیموکریٹک پارٹی کے امیدوار صدر بائیڈن کو معمولی سی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ البتہ ٹرمپ نے ری پبلکن صدارتی نامزدگی کے لیے پرائمریز میں اقوامِ متحدہ میں سابق امریکی سفیر نکی ہیلی، ریاست فلوریڈا کے گورنر ڈی سینٹس اور سابق نائب صدر مائیک پینس کو شکست دی تھی۔

اس سے پہلے ماہرین کی جانب سے دونوں جماعتوں کی پرائمریز کے دوران ہی امکان ظاہر کیا جارہا تھا کہ صدارتی انتخابات میں بائیڈن اور ٹرمپ ہی مدمقابل ہوں گے۔ قبل ازیں باضابطہ طور پر صدارتی نامزدگی حاصل کرنے سے قبل ہی صدر بائیڈن اور سابق صدر ٹرمپ انتخابی مہم جاری رکھے ہوئے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

ابھی حال ہی میں صدر بائیڈن نے اسٹیٹ آف دی یونین یعنی کانگریس کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کے دوران ٹرمپ کا نام لیے بغیر 13 مرتبہ ان کا ذکر کیا تھا۔ صدر بائیڈن نے ٹرمپ کا نام لیے بغیر اپنے پیش رو کا لفظ استعمال کیا۔ جبکہ ادھر ٹرمپ مسلسل صدر بائیڈن کی عمر کو لے کر مذاق اڑاتے چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے بائیڈن کے ایک حالیہ انٹرویو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ''مجھے لگتا ہے کہ وہ امیدوار بننے جارہے ہیں۔ زندگی سے ہٹ کر میں ان کا واحد حریف ہوں۔''

دونوں رہنماؤں کے درمیان 2020 کے صدارتی انتخابات میں بھی آمنا سامنا ہوا تھا جس میں ٹرمپ بائیڈن سے ہار گئے تھے لیکن وہ اب بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں ایک سازش کے تحت صدر بننے سے روکا گیا تھا۔ یہاں بتاتے چلیں کہ سابق صدر ٹرمپ کو مختلف مقدمات میں مجرمانہ الزامات کا بھی سامنا ہے۔ ان مقدمات میں سے ایک کا فیصلہ اگلے دو ہفتوں میں آنے کی توقع ہے۔

ٹرمپ پر الزام ہے کہ انہوں نے 2016 کے صدارتی انتخابات سے قبل ایک پورن اسٹار کو اپنے افیئر پر خاموش رہنے کے لیے رقم فراہم کی تھی اور بعدازاں اس رقم کو غلط طور پر خرچے کے طور پر ظاہر کیا۔

abbasdhaliwal72@gmail.com

عالمی عدالت کے دروازے پر دستک

مکرمی!

صفحہ 'عالمی منظرنامہ' کی شہ سرخی ''عالمی عدالت کے دروازے پر پھر دستک'' کے حوالہ سے عرض ہے کہ عالمی عدالت (International Court of Justice) کے قیام کا مقصد ہی دنیا کے ممالک کے مابین پیدا متفرق تنازعات کا صلح کن تصفیہ کرانا ہے اور اس حقیقت کے ملحوظ خاطر، فلسطین اور اسرائیل کے درمیان جاری یہ طویل ترین مسئلہ ہنوز قائم رہنا اور اس کا کوئی متفقہ حل تلاش کرنے سے قاصر رہنا یقینی طور پر باعث صد استعجاب ہے۔ اس تاخیر اور لایقینی صورتحال کے باعث ہزاروں فلسطینی مردوخواتین اور معصومین جاں بحق ہوچکے ہیں اور ہلاکتوں کا یہ مذموم سلسلہ ابھی بھی جاری ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ مغربی افریقہ نے پہل کرتے ہوئے عالمی عدالت کے دروازے پر پھر دستک دی ہے تاکہ عالمی عدالت برائے انصاف مداخلت کرتے ہوئے زمینی فوجی کارروائی کی پیش رفت کو روکے۔ حالانکہ یہ بات دیگر ہے کہ اسرائیل اپنے منصوبے روکنے سے انکار کررہا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں کسی تادیبی کارروائی کا التزام ہوتو اس کے مطابق کارروائی متوقع اور مطلوبہ ہونی چاہیے!

اظہر علی خاں - شرافت منزل، کوتوالان، رامپور-1

سبق سکھانے کی ضرورت

مکرمی!

جس طرح کسی بھی گھر کو توڑنے کے لیے وہاں کے مکینوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے حسد وجلن کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے، ویسے ہی ہندوستان کو کمزور کرنے کے لیے اکثریتی طبقے اور سب سے بڑی اقلیت کے مابین نفرت کی کھائی پیدا کی جارہی ہے۔ یہ کچھ نہیں صرف اقتدار حاصل کرنے کے اوچھے ہتھکنڈے ہیں۔ موجودہ حکومت کے پٹارے میں ایسے کاموں کا فقدان ہے، جس کی بنیاد پر وہ ووٹ مانگ سکے، اسی لیے جس طرح انگریزوں نے 'پھوٹ ڈالو اور راج کرو' کی پالیسی اپنائی تھی، وہی ماحول دوبارہ بنایا جارہا ہے۔ اب یہ عوام پر ہے کہ کہاں تک وہ ان فرقہ پرست، مفاد پرست اور اقتدار کے بھوکوں کی چالوں میں آتے ہیں یا پھر ان کو شکست کی شکل میں ایسا کرارا سبق سکھاتے ہیں کہ آئندہ سیاستداں نفرت کی سیاست کرنا بھول جائیں۔

تبسم انصار - محلہ نیاریان، دہلی-6

مراسلہ نگاری کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

بغیر سوچے ووٹ ہرگز نہ دیں

مکرمی!

چہار جانب لوک سبھا انتخابات کا شور ہے۔ چار مراحل گزرنے کے بعد بھی سیاسی پارٹیاں عوام کو اپنی جانب راغب کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھ رہی ہیں۔ کوئی پرکشش وعدوں کے ذریعے تو کوئی گزشتہ حکومت کی ناکامیوں کا ذکر کرکے عوام کے ووٹوں کا خواہش مند ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ این ڈی اے حکومت کے گزشتہ پانچ برس عوام پر بہت بھاری گزرے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اندھادھند ووٹ کسی بھی پارٹی کو دے دیا جائے۔ ووٹ دیجیے متحد ہو کر ایسے امیدوار کو، ایسی پارٹی کو جو ہندوستان کے عوام کی خیرخواہ ہو اور جس کیلئے ہندوستان کی بقا پہلے ہو، باقی سب کچھ بعد میں۔ ایسی سوچ ہی ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی حفاظت کرسکتی ہے اور عوام کو ان کی پریشانیوں سے نجات دلاسکتی ہے۔

حبیب احمد - شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی-25

یہ کیسی صحافت ہے؟

مکرمی!

کسی بھی خاص موقع یا موضوع پر ڈیبیٹ کو سننا اچھا لگتا تھا۔ اس میں شامل پینلسٹ کی آرا کو بڑے غور وفکر سے سنا جاتا تھا اور عوام کے ذہن ودل میں جو سوالات ہوتے ہیں، انہیں اس کے ذریعہ جواب بھی مل جاتا تھا، لیکن اب زیادہ تر چینلوں کا حال یہی ہے کہ ان پر ڈیبیٹ ہورہی ہے لیکن کسی کی کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ سب سے افسوسناک پہلو ڈیبیٹ میں اینکر کا یکطرفہ رویہ ہے۔ یہ کیسی صحافت ہے؟

ڈاکٹر حنا کوثر
شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی-25

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر وپبلشر ضیاء قادری نے سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن پریس، راشٹریہ سہارا کمپلیکس، پارک روڈ گورکھپور میں چھپوا کر شائع کیا۔
Published & Printed by Zia Qadree on behalf of Sahara india Mas Communication and Printed at Sahara india Mass Communication Press. Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur and Published from Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur
Editor & Group Editor: Abdul Majid Nizami (editor.nizami@gmail.com) ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی*
For Editorial/News: gkpsaharaurdu@gmail.com, editor. saharaurdumedia@sahara.in ■ Advertisement(National): ■ 9891773434,9899452476, Email : adsahara@gmail.com
www.roznamasahara.com 0551- 3062427: شعبہ اشتہارات 0551-3062415,3062416: سرکولیشن - Email: gkpsaharaurdu@gmail.com - 0551-2202362, 3062400 :ٹیلی فون گورکھپور
اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار * R.N.I. NO- UPURD/2002/6747 Roznama Rashtriya Sahara (Gorakhpur) شمارہ نمبر: 8853 سال: 23
حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں